تعزیراتِ اسلام

(۴)

از جناب مولانا قاضی بشیر احمد صاحب

تیسری فصل - شرائطِ نفاذِ حد کے بیان میں

دفعہ ۱۴ | اگر دلائل شرعیہ سے سرقہ ثابت ہو جائے تو حد نافذ ہوگی - بشرطیکہ مندرجہ ذیل شرائطِ تنفیذِ حد پائی جائیں - اگر حد کے اجرا تک ان میں سے کوئی شرط فوت ہو جائے تو حد ساقط ہوگی اور تعزیری سزا عائد ہوگی۔[1]

پہلی شرط - اجرائے حد تک سارق اور مسروق منہ کے درمیان خصومت قائم ہو۔[2] اگر مسروق منہ مال مسروقہ کا مالک سارق کو بنا دے[3]، یا مندرجہ ذیل امور میں سے کسی ایک کا بھی قاضی کے سامنے اظہار کر دے تو خصومت باطل متصور ہوگی۔[4]

ا - میں نے یہ مال، سارق کے پاس بطور امانت رکھا تھا۔

ب - میرے گواہوں نے جھوٹ بولا ہے۔

ج - سارق کا اقرار جھوٹا ہے۔

د - مسروقہ مال، سارق یا عام مسلمانوں پر وقف ہے۔

تشریح ۱ - خصومت کا اظہار مسروق منہ کے مطالبۂ مال پر ہوگا۔[5] امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اقرار کی

---

[1] رد محتار ص ۲۱۶ ج ۳

[2] المبسوط للسرخسی ص ۱۸۶ ج ۹ مطبوعہ مصر۔

[3] عالمگیری ص ۷۹ ج ۲

[4] المبسوط ص ۱۸۶ ج ۹ نیز عالمگیری ص ۸۴ ج ۲۔

[5] در مختار ص ۲۱۴ ج ۳

صورت میں مال کا مطالبہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ جب کہ امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک ضروری ہے[۱]۔

جمہور کی دلیل حضرت سمرہؓ کا واقعہ ہے۔ اس واقعہ میں مذکور ہے کہ "جب حضرت سمرہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونٹ چرانے کا اقرار کیا تو آپ نے اونٹ والوں سے تحقیق فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ واقعی فلاں رات کو ہمارا اونٹ گم ہوگیا تھا۔ اس پر آپ نے مُقِر پر قطع کا حکم نافذ فرمایا[۲]۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ محض اقرار موجب قطع نہیں ہے۔ ورنہ اونٹ والوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تحقیق نہ فرماتے۔

تنبیہ ۲: اگر مسروق منہ سارق کو مالِ مسروقہ ہبہ کرے یا اس کے ہاتھ فروخت کر کے خصومت کو ختم کرنا چاہے تو اس کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ مال سارق کے قبضہ میں بھی داخل ہو جائے، ورنہ خصومت قائم رہے گی اور قطع کا حکم ساقط نہ ہوگا[۳]۔ یہ مسلک امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ اور امام محمدؒ کا ہے۔

امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قطع کے فیصلے کے بعد ہبہ کرنا قطع کو ساقط نہیں کرتا[۴]۔ یہ حضرات صفوان بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ سے استدلال کرتے ہیں۔

ان کا واقعہ یہ تھا کہ "ایک دن وہ مسجد میں اپنی چادر کا تکیہ بنا کر سو گئے۔ ایک چور اُن کی چادر لے کر چلا تو انہوں نے چور کو پکڑ لیا۔ اور اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے۔ آپؐ نے ثبوت کے بعد قطع ید کا حکم فرمایا۔ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میرا یہ ارادہ نہیں تھا کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ یہ چادر اس پر صدقہ ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے پاس لانے سے پہلے ہی ایسا کیوں نہ کیا؟"[۵]

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ ہبہ قطع کو ساقط نہیں کرتا ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ در مختار ص ۲۱۴ ج ۳

۲۔ شرح معانی الآثار، والمغنی ص ۲۹۱ ج ۱۰ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ بالمدینۃ المنورۃ۔

۳۔ فتح القدیر بحوالہ عالمگیری ص ۶۹۷ ج ۲ ۔ ۴۔ المبسوط ص ۱۸۶ ج ۹

۵۔ مؤطا امام محمدؒ۔

یہ ارشاد نہ فرماتے کہ "میرے پاس لانے سے قبل آپ نے ایسا کیوں نہ کیا"۔ بلکہ ایک روایت میں صراحتہً "فقطعہ" کا لفظ بھی آتا ہے۔ اس سے اور واضح ہوجاتا ہے کہ ہبہ قطع کو ساقط نہیں کرتا۔[۱]

لیکن اس واقعہ سے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے مسلک پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس لیے کہ:

ا۔ اس حدیث میں اضطراب ہے اور اضطراب ضعف پیدا کرتا ہے جو قابلِ حجت نہیں۔ ابوداؤد، ابن ماجہ اور نسائی کے اندر یہ روایت تو اسی طرح ہے مگر مستدرک میں روایت کے الفاظ مختلف آتے ہیں جس سے اس کے اندر اضطراب ثابت ہوتا ہے۔

ب۔ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت صفوانؓ نے چادر ہبہ کرنے کے بعد اس کو سارق کے قبضہ میں نہ دیا ہو۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قطع کا حکم ساقط نہیں فرمایا۔[۲]

ج۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد یعنی "آپ نے میرے پاس اس کو لانے سے قبل ایسا کیوں نہ کیا" کا یہ مطلب سمجھنا کہ اب حد ساقط نہ ہوگی صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ جب آپ کو سارق سے ہمدردی بھی ہے تو اگر میرے پاس مقدمہ نہ لاتے تو بہتر تھا۔ اس لیے کہ اس کا پردہ فاش نہ ہوتا۔ چنانچہ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چادر کا مقدمہ پیش کیا تو آپؐ کا چہرۂ انور متغیر ہوگیا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے عرض کیا کہ "اے اللہ کے رسولؐ! معلوم ہوتا ہے کہ یہ شکایت آپ پر ناگوار گزری ہے" تو آپ نے فرمایا مجھ پر ناگوار کس طرح نہ گذرتی جب کہ تم اپنے مسلمان بھائی کے خلاف شیطانوں کے مددگار کی طرح ہو۔[۳]

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر ملزم کی پردہ دری ناگوار گزری ہے۔ اس لیے کہ جب حضرت صفوانؓ یہ نہیں چاہتے تھے کہ اس کا ہاتھ قطع کیا جائے تو پھر ان کو واقعہ پردہ میں رکھنا چاہیے تھا اور محض شکایت سے انسداد جرم کرنا کوئی بڑی بات نہ تھی۔

دوسری شرط:۔ مال مسروقہ سارق نے خصومت سے قبل واپس نہ کیا ہو۔[۴]

---

[۱] المبسوط۔

[۲] مرقات شرح مشکوٰۃ ص ۱۶۱-۱۶۲ ج ۷ مکتبہ ملتان۔

[۳] المبسوط ص ۱۱۸ ج ۹۔ [۴] درمختار ص ۲۱۶ ج ۳۔

تیسری شرط۔ سرقہ بھوک سے بیقرار ہو کر نہ کیا ہو۔[1]

چوتھی شرط۔ سارق کا بایاں ہاتھ یا اس کا انگوٹھا یا انگوٹھے کے علاوہ اس کی دو انگلیاں یا داہنا پاؤں کٹا ہوا یا ناکارہ نہ ہو۔[2] اگر داہنے پاؤں کی کچھ انگلیاں کٹی ہوئی ہوں مگر اس کے باوجود وہ چل سکتا ہو تو یہ ناکارہ شمار نہ ہوگا۔[3]

ان شرائط کے اندر مندرجہ ذیل تشریحات کا اعتبار کیا جائے گا۔

تشریح ۱: "خصومت سے قبل" سے مراد عدالت مجاز میں مقدمہ دائر کرنے سے پہلے ہے۔[4]

اور مالِ مسروقہ کی واپسی کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ مسروق منہ کے ہاتھ میں پکڑائے بلکہ اس کے اصول و فروع یعنی باپ دادا وغیرہ یا بیٹا، پوتا وغیرہ اور اس کے علاوہ اس کے دیگر قریبی رشتہ دار کے ذریعہ بھی مال کی واپسی معتبر ہوگی۔[5]

تشریح ۲: بھوک سے بیقرار ہو کر اگر سارق نے مال چرایا ہو تو اس پر قطع کا حکم عاید نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ حرام مال کو ایسی صورت میں بقدرِ دفعِ حاجت استعمال کی گنجائش ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "لا قطع فی مجاعة مضطر" یعنی بے قرار کرنے والی بھوک کی صورت میں قطع نہیں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ قحط کے سال میں قطع کی سزا نہیں ہے۔[6]

تشریح ۳: اگر سارق کا بایاں ہاتھ یا اس کا انگوٹھا یا انگوٹھے کے علاوہ دو انگلیاں یا داہنا پاؤں ناکارہ یا کٹا ہوا ہو تو ایسی صورت میں اس کو قید کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ توبہ کرے یا مر جائے۔[7]

داہنا ہاتھ ناکارہ ہو یا اس کی انگلیاں کٹی ہوئی ہوں تو اس کے باوجود اس کو قطع کیا جائے گا ظاہر الروایہ

---

[1] البحر ص ۵۴ ج ۵۔

[2] ہدایہ ص ۵۴۸ ج ۲۔ شامی ص ۲۱۳ ج ۳۔ غایۃ الاوطار ص ۵۸۴ ج ۲۔

[3] رد المحتار ص ۲۱۳ ج ۳۔ [4] شامی ص ۲۱۶ ج ۳ [5] ایضاً

[6] مرقات شرح مشکوٰۃ ص ۱۵۸ ج ۷ مطبوعہ مکتبہ ملتان والبحر ص ۵۴ ج ۵

[7] ہدایہ ج ۲ ص ۵۴۸ مطبوعہ کلام کمپنی کراچی و رد المحتار ص ۲۱۳ ج ۳ وغایۃ الاوطار ص ۵۸۴ ج ۲۔

میں ہے کہ اگر مطلوبہ عضو ناکارہ یا ناقص ہوگیا ہو تو اس کے باوجود اس کو قطع کیا جائے گا[1] خواہ اس کی سب انگلیاں کٹی ہوئی ہوں یا بعض[2]۔

پانچویں شرط ۔ مال مسروقہ میں سارق کے حصہ کا شبہ نہ ہو[3] اور جرم کے اندر غیر مکلف اور ذی رحم محرم رشتہ دار شریک نہ ہوں ۔

تشریح ۔ پیچھے نصاب کے بیان میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حد کو ٹالنے کی جو حدیث گذر چکی ہے اس کی رُو سے یہ ضروری ہے کہ اگر مال مسروقہ کے اندر سارق کا حصہ ہو تو حد سے نکلنے کا یہ راستہ ہے اس لیے حد نافذ نہ ہوگی ۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ شبہ کے ہوتے ہوئے حد کو جاری نہ فرماتے تھے ۔ چنانچہ :۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے مال غنیمت سے چوری کی تھی تو آپ نے یہ فرماتے ہوئے اس پر حد سرقہ جاری نہیں کی کہ اس میں اس کا حصہ بھی ہے[4]۔

۲۔ کوفہ کے اندر ایک شخص نے بیت المال سے چوری کی تو اس کے متعلق ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رجوع کیا ۔ آپ نے ان کو جواب میں تحریر فرمایا کہ " آپ اس شخص پر قطع کا حکم نافذ نہ کریں اس لیے کہ بیت المال میں اس کا بھی حصہ ہے[5]۔

اگر کوئی شخص اپنی اولاد کا مال لے جائے تو اس پر قطع نہیں ہے ۔ وجہ اس کی یہی ہے کہ یہاں بھی شبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ اولاد کی کمائی میں والد کا حصہ بھی ہے ۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے ۔ " انت ومالک لابیک" یعنی "تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لیے ہے"۔ دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے ۔ ان اطیب ما اکل الرجل من کسبہ وان ولدہ من کسبہ ۔ یعنی" آدمی کا سب سے زیادہ پاکیزہ مال وہ ہے جو اس کی کمائی کا ہو اور اس کا بیٹا بھی اس کی کمائی سے ہے[6]"۔ اسی طرح بیٹا اگر باپ دادا کا مال چرا لے تو

۱؎ ردالمحتار ص ۲۱۳ ج ۳ ۲؎ المغنی ص ۲۶۹ ج ۱۰

۳؎ درمختار ص ۲۰۰ ج ۳ ۴؎ مصنف عبدالرزاق ص ۲۱۲ ج ۱۰

۵؎ مصنف عبدالرزاق ص ۲۱۲ ج ۱۰ ۔ مطبوعہ مجلس علمی کراچی ۔

۶؎ المغنی ص ۲۷۶ ج ۱۰ ۔

قطع کا حکم عائد نہ ہوگا۔[۱]

اِن روایات سے معلوم ہوا کہ اگر یہ شبہ پیدا ہو جائے کہ مالِ مسروقہ کے اندر سارق کا بھی حصہ ہے تو حد نافذ نہ ہوگی۔

چھٹی شرط۔ اجرائے حد کے وقت تک نصابِ سرقہ میں کمی واقع نہ ہو۔[۲]

تشریح ۱۔ جس شہر میں حدِ سرقہ جاری کی جا رہی ہو وہاں نصابِ سرقہ شروع سے لے کر حد کے اجراء تک پورا ہونا ضروری ہے۔ اگر اس دوران میں مالِ مسروقہ کی قیمت میں کمی واقع ہو جائے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دیکھا جائے گا کہ اگر یہ کمی مسروق کی ذات کے گھٹ جانے یا اس میں کوئی عیب پیدا ہو جانے کی وجہ سے ہوئی ہو تو حد ساقط نہ ہوگی اور اگر یہ کمی بھاؤ کے گرنے کی وجہ سے ہوئی ہو تو حد ساقط ہوگی۔[۳]

تشریح ۲۔ اگر سرقہ بمقدار نصاب ایک شہر میں کیا گیا ہو اور سارق دوسرے شہر میں پکڑا گیا ہو جس میں مالِ مسروقہ کی قیمت نصابِ سرقہ سے کم ہو تو حد نافذ نہ ہوگی۔[۴]

چوتھی فصل۔ چوری کی سزا کے بیان میں

دفعہ ۱۵۔ چوری کی سزا مندرجہ ذیل تفصیل کے تحت نافذ کی جائے گی۔

ا۔ پہلی مرتبہ سرقہ کرنے پر سارق کا دایاں ہاتھ اور دوسری مرتبہ سرقہ کرنے پر اس کا بایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔ اگر تیسری مرتبہ بھی وہ سرقہ کرے تو اب اس کو قطع کی سزا نہیں دی جائے گی بلکہ توبہ کرنے تک اس کو قید رکھا جائے گا۔[۵]

اگر حد کے اجراء سے قبل یا ایک حد کے اجراء کے بعد دوسری حد کے اجراء سے قبل سارق ایک سے

۱۔ المغنی ص ۲۷۶ ج ۱۰

۲۔ ردالمحتار ص ۱۹۹ ج ۳

۳۔ ردالمحتار ص ۱۹۹ ج ۳

۴۔ ردالمحتار ص ۱۹۹ ج ۳

۵۔ ہدایۃ ص ۵۴۸ ج ۲ و ردالمحتار ص ۲۱۳ ج ۳

زائد چوریاں کرے تو حد سب کی جانب سے مذکورہ ترتیب پر ایک ہی ہوگی[۱]

تمثیل:۔ زید نے ایک آدمی کی چوری کی مگر اس پر حد جاری نہ ہوئی تھی کہ اس نے پانچ چوریاں مزید کر دیں۔ اب پانچویں مرتبہ وہ پکڑا جاتا ہے تو حد ان سب کی ایک ہی ہوگی یعنی اس کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اسی طرح اس کے بعد پھر اگر وہ ایک یا ایک سے زائد سرقہ کرے تو حد ایک ہی ہوگی یعنی اس کا بایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔

ب۔ ہاتھ کو پہنچے کے جوڑ سے اور پاؤں کو ٹخنے سے کاٹا جائے گا[۲]۔

ج۔ قطع کرنے کے بعد خون بہنے کو بند کیا جائے گا اور کٹے ہوئے ہاتھ کو اگر قاضی چاہے تو سارق کی گردن میں لٹکا دے گا۔

د۔ مجرم اگر بیمار ہو یا موسم زیادہ گرم یا زیادہ سرد ہو جس سے یہ خوف ہو کہ ایسی حالت میں اس کے عضو کو کاٹنے سے وہ فوت ہو جائے گا تو مناسب وقت تک سزا کو ملتوی کیا جائے گا اور مجرم کو قید رکھا جائے گا۔ اور عورت اگر حاملہ ہو تو اس کو بھی بیمار شمار کیا جائے گا[۳]

ہ۔ جس سارق کا دایاں ہاتھ نالش سے قبل نہ ہو تو اس کا بایاں پاؤں کاٹا جائے گا اور اگر اس کا ہاتھ نالش کرنے کے بعد نہ رہا ہو خواہ کسی نے کاٹ دیا ہو یا آفت سماوی سے ختم ہو گیا ہو تو قطع کا حکم ساقط ہو جائے گا[۴]۔

تشریحات حسب ترتیب مذکورہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

تشریح ۱ تیسری اور چوتھی مرتبہ سرقہ کرنے کی سزا کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں تیسری بار اس کا بایاں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور چوتھی مرتبہ اس کا دایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔ وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مروی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ:

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب چور چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ اگر دوبارہ

---

[۱] رد المحتار ص ۲۱۷ ج ۳

[۲] احکام القرآن للجصاص ص ۴۲۰، ۴۲۱ ج ۲ و المغنی ص ۲۶۲ ج ۱۰

[۳] المبسوط ص ۱۶۸ ج ۹ و درمختار ص ۲۱۲ ج ۳ [۴] رد المحتار ص ۲۱۴ ج ۳ و المغنی ص ۲۶۸ ج ۱۰

کرے تو اس کا پاؤں کاٹ دو۔ اور اگر تیسری مرتبہ کرے تو اُس کا ہاتھ کاٹ دو۔ اور اگر چوتھی مرتبہ کرے تو اُس کا پاؤں کاٹ دو"[1]

امام ابوحنیفہ رحمہ دوسری مرتبہ کے قطع کے بعد قطع کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجماع کو اور اُن کے عمل کو اپنے مسلک کی بنیاد بناتے ہیں[2]۔

امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ کتاب الآثار میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا "جب چور چوری کرے تو اس کا داہنا ہاتھ کاٹا جائے گا اور جب دوبارہ کرے تو اُس کا بایاں پاؤں کاٹا جائے گا اور اگر تیسری بار چوری کرے تو اس کو قید کیا جائے گا یہاں تک کہ اس سے نیکی کے آثار ظاہر ہو جائیں۔ دوسری بار کے قطع کے بعد مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میں اس کے لیے کوئی ہاتھ نہ چھوڑوں جس سے وہ کھانا کھائے اور استنجا کرے۔ اور کوئی پاؤں نہ چھوڑوں جس پر کہ وہ چلے[3]"

ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سارق کے بارے میں خط لکھا تو انہوں نے وہی جواب دیا جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا[4]۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سارق کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو سب نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پہ اجماع کیا[5]۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک چور لایا گیا جس کا ایک ہاتھ اور بایاں پاؤں پہلے سے سرقہ میں کاٹا ہوا تھا تو آپ نے اس کو قید میں بھیج دیا اور مزید کسی عضو کو نہیں کاٹا[6]۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی اسمائؓ بنت عُمیس کا ہار گم ہو گیا جس کو ایسے آدمی نے چرایا جس کا دایاں ہاتھ کٹا ہوا تھا۔ ہار بعد میں برآمد ہو گیا جس کا اعتراف بھی سارق نے کر لیا تو آپ نے اُس کا بایاں پاؤں کاٹ دیا۔ اس شخص کے بارے میں بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ اُس کا ایک

---

[1] مرقاۃ المفاتیح ص ۱۶۴ ج ۷ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

[2] ہدایہ ص ۵۴۸ ج ۲ مطبوعہ کلام کمپنی کراچی۔

[3] مرقاۃ المفاتیح ص ۱۶۵ - ج ۷ مکتبہ امدادیہ ملتان [4] ایضاً [5] ایضاً

[6] ایضاً ص ۱۶۶ ج ۷ -

ہاتھ اور ایک پاؤں پہلے سے کٹا ہوا تھا - مگر امام محمدؒ نے فرمایا کہ ابن شہاب زہری اسی حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں - اس روایت میں مذکور ہے کہ اس شخص کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں یعنی دونوں پہلے سے کٹے ہوئے نہ تھے اور ابن شہاب اس قسم کی خبروں کو اپنے شہر والوں سے زیادہ جاننے والے ہیں - اور ہمیں حضرت عمرؓ بن الخطاب اور حضرت علیؓ بن ابی طالب کے متعلق معلوم ہوا کہ چور کے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں سے زیادہ نہیں کاٹتے تھے[1]۔

علاوہ ازیں چاروں اعضاء کو قطع کرنا حد کے مقصد کے بھی خلاف ہے اس لیے کہ حد کا مقصد کسی جان کو تلف کرنا نہیں ہے بلکہ جرم سے روکنا ہے اور چاروں اعضاء کو قطع کرنے کی صورت میں وہ درحقیقت معنوی طور پر ہلاک ہو جاتا ہے[2]۔

امام شافعیؒ نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے یا اس کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات ہیں جن میں قتل تک کا بھی ذکر ہے - تو ان سب روایات کا تعلق حد سے نہیں ہے بلکہ تعزیری سزا سے ہے - اگر مجرم اتنا دلیر ہو جائے کہ معمولی یا کم درجہ کی سزا سے باز نہ آئے اور ملک میں فساد برپا کرتا پھرے تو ایسی صورت میں مصلحتِ عامہ کے پیش نظر حاکم مجاز کو اس طرح کی سزا دینے کا بھی اختیار ہے[3]۔

قطع کرنے کی ابتداء دائیں ہاتھ سے ہو گی

قطع میں پہلے کون سا ہاتھ ہو؟ اس مسئلہ میں آیت "السارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما" سے صراحت معلوم نہیں ہوتی - اس سے صرف اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ دو - مگر ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرآۃ میں "فاقطعوا ایمانهما" ہے جس سے مسئلہ واضح ہو جاتا ہے کہ قطع کی ابتداء دائیں ہاتھ سے کی جائے گی - اس لیے کہ ایمان کا لفظ جمع ہے اور اس کا واحد یمین آتا ہے جس کے معنی دائیں ہاتھ کے ہیں[4]۔

لفظ ایمانہما کی قرآۃ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مذکورہ آیت میں ایدیہما سے ایک ہاتھ مرد کا مراد ہے اور ایک عورت کا - اس لیے کہ ایک شخص کے دونوں ہاتھ داہنے نہیں ہو سکتے اور لفظ "ایدیہما

[1] موطا امام محمد مترجم اردو ص ۳۱۲ — [2] ہدایہ جلد ۲

[3] احکام القرآن للجصاص ص ص ۲۲۴ ج ۲ — [4] ایضاً

میں "ایدی" کا لفظ اگرچہ جمع مذکور ہے مگر مراد تثنیہ ہے۔ اس لیے کہ عربی زبان کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر تثنیہ کی اضافت تثنیہ کی طرف ہو تو یہ ثقیل ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں مضاف کو جمع لا کر ثقل کو دور کیا جاتا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں " فقد صغت قلوبکما " میں لفظ قلوب کو جمع ذکر کیا گیا ہے اور مراد قلبا کما ہے اس لیے کہ دو آدمیوں میں دو دل ہوتے ہیں زیادہ نہیں ہوتے۔ اسی طرح اس آیت میں ایدیھما سے دو ہاتھ مراد ہیں[1]۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ " اگر کوئی چوری کرے تو اس کا دایاں ہاتھ ہتھیلی کے جوڑ سے کاٹ دو "۔ اور صحابہ میں سے کسی نے بھی آپ سے اختلاف نہیں کیا۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ " اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر " یعنی میرے بعد خصوصاً ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کی اتباع کو لازم پکڑو۔ اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ قطع کی ابتدا داہنے ہاتھ سے کی جائے۔ عقلاً بھی پہلے دائیں ہاتھ کو کاٹنا ضروری ہے اس لیے کہ گرفت کی زیادہ قوت اسی ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اس لیے سزا کی ابتداء بھی اسی ہاتھ سے کی جائے تاکہ جرم سے لوگوں کو ڈر زیادہ پیدا ہو جائے[2-3]۔

ہاتھ کو کف کے جوڑ سے کاٹا جائے گا

نمبر ۲ اوپر شیخین کے ارشاد سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ہاتھ کو ہتھیلی کے جوڑ سے کاٹا جائے گا اس کی مزید توضیح عمرو بن شعیب کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ " آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سارق لایا گیا تو آپ نے اس کا ہاتھ کف کے جوڑ سے کاٹا[3]" اور کف سے مراد انگلیوں سمیت ہتھیلی ہے[4] اور کاٹنے کی جگہ وہ جوڑ ہے جو ہتھیلی کو بازو کے ساتھ ملاتا ہے۔ اسی جوڑ کو ایک روایت میں لفظ " زند " سے بھی تعبیر کیا گیا ہے[5]۔

قرآن و سنت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پہلے دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا اور کاٹنے کی جگہ بازو اور پہنچے کا جوڑ ہے۔ چنانچہ فقہاء اربعہ اور اہل ظاہر کا یہی مسلک ہے۔

اس مسئلہ میں شیعہ امامیہ کا جمہور سے اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہاتھ کو انگلیوں کی جڑوں سے کاٹا جائے گا۔ اسی طرح خوارج بھی ان دونوں سے اختلاف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہاتھ کو کاندھے سے کاٹا جائے گا۔ امامیہ کہتے

---

[1] المبسوط ص ۱۶۰ ج ۹ مطبوعہ مصر   [2] المغنی والشرح الکبیر ص ۲۶۴ ج ۱۰ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ۔

[3] سبل السلام علی متن بلوغ المرام لابن حجر العسقلانی ص ۲۷ ج ۴

[4] منجد   [5] ہدایۃ ص ۵۴۷ ج ۱

ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف ہاتھ کی انگلیاں حدِ سرقہ میں کاٹی تھیں اور خوارج کہتے ہیں کہ " ید " کا اطلاق کاندھے تک کے پورے حصہ پر ہوتا ہے۔ لہٰذا محل قطع کاندھا ہے[1]۔

لیکن بات درحقیقت یہ ہے کہ " ید " کا اطلاق تین حصوں پر ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ کاندھے تک کے پورے حصّے کو ید کہا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیت " فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منہ " کا مطلب یہ سمجھتے تھے کہ مسح کاندھے تک کیا جانا ضروری ہے۔ آپؓ کا یہ سمجھنا اس اعتبار سے تو صحیح تھا کہ لغت میں " ید " کا اطلاق کاندھے تک بھی ہوتا ہے۔ لیکن آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کاندھے تک کا مسح کرنا ثابت نہیں ہے۔ دوسرا " ید " کا اطلاق ہتھیلی کے جوڑ تک کا حصّہ یعنی پہنچے کے لیے بھی ہوا ہے جیسا کہ ان آیات میں کیا گیا ہے۔ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا ۔ اور أَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ ۔ اس لیے کہ جیب میں پہنچا ہی داخل ہو سکتا ہے کاندھے تک بازو کا دخول اور خروج ممکن نہیں۔ تیسرا کہنی تک کے حصّے کو بھی ید کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ آیت وضو میں " ایدیکم الی المرافق " یعنی ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو۔

مذکورہ تینوں صورتوں میں سے کم از کم " ید " کا اطلاق جس حصّہ پہ ہوا ہے وہ کف ہے اور کف سے کم پہ ید کا اطلاق نہیں ہے۔ اسی لیے " فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منہ " (الآیۃ) (یعنی تم اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو) میں کسی کے نزدیک بھی کف سے کم حصّہ پہ مسح یعنی تیمّم کرنے پر اکتفا کرنا صحیح نہیں ہے۔ جس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ کف سے کم حصّہ پہ ید کا اطلاق نہیں ہوتا اور ید کا کم از کم یقینی مصداق یہی ہے۔ اور آیت سرقہ میں قطع ید کا حکم تو موجود ہے مگر ید کا مصداق واضح نہیں ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ قطع کرنے میں ید کا یقینی مصداق مراد لیا جائے اور وہ ہتھیلی ہی ہے۔ پھر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عمل اور اس پر شیخین کے ارشادات مذکورہ سے مسئلہ مزید صاف اور نکھر کر سامنے آگیا کہ قطع ید سے مراد یہ نہیں ہے کہ ہاتھ کو انگلیوں کی جڑوں سے کاٹا جائے بلکہ پوری ہتھیلی کو جوڑ سے کاٹنا ہے[2]۔

اور شیعہ امامیہ کی دلیل انتہائی کمزور ہے اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایات میں اختلاف ہے

---

[1] التشریع الجنائی الاسلامی ص ۶۲۸ ج ۲

[2] پوری بحث دیکھئے احکام القرآن للجصاص ص ۴۲۱/۴۲۰ ج ۲ مطبوعہ بیروت۔

چنانچہ آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ ہاتھ کو بیچ کی انگلی سے چھوٹی انگلی تک کاٹا جائے گا۔ علاوہ ازیں جس کی انگلیاں کاٹ لی جائیں اس کو لغتاً اور عرفاً "مَقْطُوعُ الاصابع" کہا جاتا ہے۔ مقطوع الید (ہاتھ کٹا) نہیں کہا جاتا۔ اور آیت میں انگلیاں قطع کرنے کا حکم نہیں ہے بلکہ ہاتھ قطع کرنے کا ہے[1]۔

پاؤں کو ٹخنے سے کاٹا جائے گا

ائمہ اربعہ کے نزدیک پاؤں کو بھی ٹخنے سے کاٹا جائے گا۔ جب کہ شیعہ امامیہ یہاں بھی اختلاف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پاؤں کو نصف قدم یعنی تسمہ باندھنے کی جگہ سے کاٹ دیا جائے گا۔ وہ دلیل میں کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصف قدم سے پاؤں کاٹا تھا[2]۔

جمہور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعل سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ نے سارق کا پاؤں ٹخنے سے کاٹا تھا[3]۔

قطع کا طریقہ

قطع کرنے کے لیے آسان سے آسان طریقہ اختیار کیا جائے گا جس سے کہ مجرم کو کم سے کم تکلیف ہو۔ فقہاء نے ایک طریقہ یہ بیان کیا ہے کہ مجرم کو بٹھایا جائے اور اُس کو مضبوطی سے پکڑا جائے تاکہ حرکت کرنے سے کہیں اس کو زیادہ نقصان نہ ہو جائے۔ پھر اس کے مطلوبہ عضو کو رسّی سے باندھ کر خوب کھینچا جائے تاکہ جوڑ خوب ظاہر ہو جائے۔ پھر اس جوڑ پر انتہائی تیز چھُری یا کوئی اور تیز آلہ رکھ دیا جائے اس آلہ پر زور سے مارا جائے تاکہ ایک ہی دفعہ عضو کٹ جائے۔ اگر چھُری ہو تو اُس کو اتنی تیزی سے کھینچا جائے کہ ایک ہی رگڑ سے عضو الگ ہو جائے۔ پھر خون بند کرنے کے لیے عضو کو گرم تیل میں رکھا جائے یا کوئی اور مناسب دوا لگائی جائے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ "عضو کو کاٹ دو اور پھر اُس کو داغ دو" تاکہ خون بند ہو جائے[4]۔

(باقی)

---

[1] سبل السلام علی متن بلوغ المرام لابن حجر العسقلانی ص ۲۷ ج ۴

[2] المغنی ص ۲۶۶ ج ۱۰ [3] ایضاً [4] ایضاً